بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

ہزار سالہ عظمتوں کا جنازہ

وما ظلمھم اللہ ولکن کانوا انفسھم یظلمون

وہ دیکھو ڈھاکہ فتح ہو گیا اور سقوطِ مشرقی پاکستان کے ساتھ اسلام کے لحاظ سے نہیں۔ مگر مسلمانوں کے لحاظ سے دنیا کی عظیم اسلامی مملکت سرنگوں ہو گئی۔ وما تشاءون الا ان یشاء اللہ ان اللہ کان علیماً حکیما۔۔۔۔ برصغیر پر افقِ مغرب سے طلوع ہونے والا فتح و کامرانی کا روشن ستارہ مشرق کی وادیوں میں ٹوٹ گیا۔ آج دیبل کے ساحل پر محمد بن قاسم کا لہرایا ہوا پرچم سرنگوں ہے۔ احمد شاہ ابدالی کی عظمتوں کا آبگینہ چکنا چور ہو گیا ہے۔ اور سومنات کا جامد اور ساکت بت محمود غزنوی کی ناخلف اولاد پر قہقہے لگا رہا ہے، جو گلشن محمد بن قاسمؒ سے لیکر اورنگزیبؒ اور سید احمد شہیدؒ و محمود الحسنؒ کے خون سے سینچا گیا۔ آج وہ اجڑا اجڑا سا ہے۔ پاکستان ہماری خوابوں کا آئینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اور اس کا ہر ذرہ ہماری تصویر پہ خندہ زن ہے۔ اللہ کی رسی۔ اسلامؐ۔ کو کاٹ کر مشرق و مغرب کو ملانے کیلئے ہماری تمام تدبیریں نہ صرف ناکامی بلکہ اس شرمناک رسوائی میں اضافہ کا باعث بن گئیں اور آج ملت اسلامیہ کے سات کروڑ جگر پارے ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایھا النفس اجملی جزعا ۔۔۔۔ فان ما تحذرین قد وقعا

یارائے صبر و شکیب نہیں نہ صبر کا مقام ہے۔ نالہ و شیون کا طوفان برپا کیجئے۔ اور اگر ضمیر احساسِ ندامت کا ساتھ نہ دے اور غیرت کا پانی خشک ہو جانے سے آنکھیں اشکبار نہیں ہوتیں تو مر جائیے کہ ڈوب مرنے کیلئے اس سے بہتر موقع نہ پا سکو گے ؎

بہت سعی کیجئے تو مر رہئے میرؔ ۔۔۔۔ بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

سقوطِ ڈھاکہ سے ایک ہفتہ قبل جب احساس و شعور کی ساری توانائی یاس و قنوط کے سامنے بے بس ہو چکی تھی اور پچھلے نقشِ آغاز میں قلم اعترافِ عجز پر مجبور تھا۔ تو آج جبکہ یہ واقعہ ہائلہ اور قیامت کبریٰ ایک حقیقت بن چکا ہے تو کسے تاب ہے کہ برصغیر کے تقریباً بیس کروڑ

مسلمانوں کے سانحۂ مرگ پر مجلس عزا برپا کرسکے برصغیر میں اپنی ہزار سالہ عظمتوں کی مرثیہ خوانی کرسکے اور کہتے کورہ کیا گیا ہے ـــــ یلیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا ہے

نہیں ہے طاقت گفتار اور اگر ہو بھی تو کس امید پہ کہیئے کہ مدعا کیا ہے۔

خلافت بغداد کی تباہی کا ماتم کرتے ہوئے مؤرخ کبیر علامہ ابن اثیر کو کئی سال تردد رہا۔ قلبی کیفیت کو چھپا نہ سکے اور لکھا کہ اسلام اور مسلمانوں کی خبر موت سنانا کس کو آسان ہے اور کس کا جگر ہے کہ ان کی ذلت و رسوائی کی داستان سنائے۔ کاش! میں نہ پیدا ہوتا۔ کاش میں اس واقعہ سے پہلے مر چکا ہوتا اور بھولا بسرا ہو جاتا۔ (الکامل جلد ۱۲ صفحہ ۱۴۷) مگر آج کی یہ ذلت واضحہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ہماری پوری تاریخ کا ذلیل ترین سانحہ ہے۔ بابل کا جابر بادشاہ بخت نصر یروشلم سے ایک لاکھ یہودیوں کو قیدی بنا کر لے گیا تھا کہ ان کی ذلت و مسکنت کی انتہا ہو چکی تھی مگر عہد اسلام تو اس مثال سے نا آشنا ہے۔ مسلمان اور شکست مومن اور ہتھیار ڈالنا تو اتنی متضاد چیزیں ہیں خلفا کے دور اسلام اور کفر اسلام کی تاریخ میں نہایت شاذ و نادر مثال فتوحات عراق میں صرف ایک جگہ ملتی ہے کہ نہایت مجبوری کی وجہ سے چند لوگوں کو پیچھے ہٹنا پڑا جبکہ ساتھیوں نے میدان جیت کر دم لیا پھر بھی اس واقعہ کا اتنا افسوسناک اثر ہوا کہ جن لوگوں کو پیچھے ہٹنا پڑا وہ مدتوں خانہ بدوش پھرتے رہے۔ شرم سے اپنے گھروں کو نہیں جاتے تھے۔ اکثر رویا کرتے اور لوگوں سے منہ چھپاتے پھرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچی تو ماتم پڑ گیا۔ جو لوگ مدینہ پہنچ کر روپوش تھے اور شرم سے باہر نہیں نکلتے تھے حضرت عمرؓ ان کے پاس جا کر تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم او متحیزا الی فئۃ میں داخل ہو مگر ان کو اس تاویل سے تسلی نہیں ہوتی تھی۔ (الفاروق)

مگر چرخ نیلگوں نے یروشلم کے بعد پہلی مرتبہ ڈھاکہ سے ایک لاکھ قیدیوں کی شکل میں تاریخ کو دہراتے دیکھا پھر کیا یہ ہماری بے مثال ذلت کی شہادت نہیں ہے؟

ذلک بان اللہ لم یک مغیراً	یہ قدرت کا قانون ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمتوں
نعمۃ انعمہا علی قوم حتی	کی بے قدری کرنے والوں کو ذلت اور نامرادی
یغیروا ما بانفسہم	کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ وہ قوم خود اپنی حالت
	نہ بدل ڈالے۔

پھر کیا یہ اسلام کی شکست ہے؟ کیا نصرت خداوندی اب عصر حاضر کے ظالم اور باطل طاقتوں کا سامنا نہیں کرسکتی۔؟ کیا حق باطل کے سامنے سپر انداز ہو چکا ہے۔؟ اور سب سے

بڑھ کر یہ کہ کیا خدائے حی و قیوم سومنات کے مردہ اور جامد پتھروں کے سامنے عاجز اور بے بس ہو چکا ہے؟ نہیں ہزار بار نہیں۔ اپنی رسوائی اور ناکامی کو اسلام کے سر تھوپنے والو کیا یہ اسلام اور کفر کا مقابلہ تھا۔ اور کیا آخری مقابلہ ہو چکا ہے؟ کیا بدر و حنین اور یرموک و قادسیہ میں مسلمانوں کے نہیں ہندوؤں کے معرکہ ہائے خونیں تھے؟ کیا بحر الکاہل کی متلاطم موجوں کو چیر کر جبل الطارق پر علم توحید نصب کرنے والے کوئی اور تھے۔ کیا پانی پت اور میسور کے میدان کسی اور کے خون سے لالہ زار بنے تھے؟ کیا برصغیر میں پھیلے ہوئے شکستہ کھنڈرات کسی اور کے عہدِ اقبال کی شہادت دے رہے ہیں؟ اور کیا جلال و جبروت کا سرچشمہ خدائے بزرگ و برتر ہندوؤں کی بے جان مورتیوں سے شکست کھا سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ حق و باطل کی پوری تاریخ میں ایسی کوئی شہادت نہ پا سکو گے۔ پھر یہ کیا تھا ـــــ؟ یہ شکست قانونِ مکافاتِ عمل کا ظہور اور شامتِ اعمال کا نتیجہ تھا۔ وما ظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون ـــــ نصرت اور قوتِ خداوندی تو ہمیشہ قائم اور دائم رہنے کے لئے ہے۔ اور کسی کو اس پر یقین نہ ہو تو پھر اسے چاہئے کہ اوپر کی طرف ایک رسی تان کر اس کا پھندا بنائے اور اس طرح اپنے گلے میں پھانسی لگائے۔ من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ فلیمدد بسبب الی السماء ثم لیقطع فلینظر ھل یذھبن کیدہ ما یغیظ۔

پس یہ اسلام کی شکست نہیں جو ایک ابدی حقیقت اور سرمدی صداقت ہے۔ بقاء اس کی معیت اور فنا اس سے گریز میں ہے۔ بلکہ یہ تو عروج و زوال امم کے لئے اللہ کے اٹل قوانین اور سنت اللہ کا ٹھیک ٹھیک ظہور ہے۔ ذرا بھی اپنے شکستہ دل کے گوشوں میں اس المیہ کے اسباب ٹٹولو گے تو یہ نتائج تعجب خیز نہیں بلکہ سنت اللہ کے عین مطابق معلوم ہوں گے۔ ایسا نہ ہوتا تو اس سنت کی تبدیلی سب کو محو حیرت کر دیتی۔ پس یہ رسوائی اسلام کی نہیں نہ اللہ کے مخلص بندوں کی ہے بلکہ اعمال کا سنگدلانہ ردعمل اور گھناؤنا انتقام ہے۔ نفاق اور کھوکھلے نعروں کی شکست قول و عمل کے تضاد اسلام کو نعرۂ فریب و استحصال بنانے کی شکست ہے۔ یہ عیاری، فحاشی اور بے حیائی کی شکست ہے۔ یہ اختلاف و انتشار اقتدار کے لئے رسہ کشی کا نتیجہ ہے یہ میکیاولی سیاست کی موت ہے کہ فاروقی سیاست تو غالب رہنے کیلئے تھی۔ یہ خود غرضی اور ہوس اقتدار کا وبال ہے اور گاڑی ہلاکت اور بربادی کی اپنی اسی منزل میں جا گری ہے جس کی راہ پر ہم نے اسے ڈال دیا تھا۔

اب ہم لاکھوں تحقیقاتی کمیشن قائم کریں، جنگی اور سیاسی اسباب ٹٹولیں۔ ایک دوسرے کو

قربانی کا بکرا بنا کر اپنے مجرم ضمیر کی آسودگی کا سامان کریں۔ ہماری عظمت کا قصر رفیع جو پیوند خاک ہو چکا ہے۔ بلند نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔ لٹی ہوئی آبرو تحقیقاتی کمیشنوں سے واپس نہیں ہو سکتی۔ نہ نفس اور قوم کو فریب دینے کے لئے اس سعی لاحاصل کی ضرورت ہے۔ ع

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا کریدتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے

اپنی حالت بدلنے کی بجائے ان ابلہ فریبیوں میں پڑنے والو کہیں کلک تقدیر نے یہ کہہ کر پوری قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا حکم تو نہیں دیا کہ ع۔ ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ — بیشک مایوسی کفر اور یاس و قنوط پیغام موت ہے مسلمان مایوس نہیں ہوتا لیکن وہ اسلام جو مردہ قوموں کے لئے حیات جاودانی کا مژدہ بنتا تھا۔ اس پورے عرصۂ آزادی میں کبھی اپنایا گیا۔؟ اپنایا ہوتا تو یہ روز بد کیوں دیکھتے۔ پھر آج امید و بیم کی دنیا بسائی جائے بھی تو کیسے۔؟ ہمارے پاس رہ کیا گیا ہے۔ چند آنسو چند حسرتیں اور چند آہیں۔ قوم کا ساز حیات ٹوٹ چکا ہے اور وہ جسے ہم عالم اسلام کا حصار کہتے تھے خود ہمارے ہاتھوں ٹوٹ چکا ہے۔ ہم نے صلاح الدین کی آبرو مسجد اقصیٰ یہودیوں کے ہاتھوں لٹا دی، وسط ایشیا سمرقند و بخارا میں اپنی سرخروئیوں کا خزانہ اپنے ہاتھوں دفن کیا۔ اسپین اور سسلی میں اپنی متاع عظمت و شوکت تاراج کرنے والو آج ہند میں محمود غزنوی کی قبائے عزت و افتخار بھی ہمارے ہاتھوں تار تار ہو چکی ہے۔ مگر ہماری عشرتناکی اور ہوسناکیوں میں لمحہ بھر کیلئے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہم میں سے کتنے ہیں جنہیں اس مصیبت کبریٰ کا واقعی احساس ہے۔ کتنی آنکھیں خونبار ہو چکی ہیں کتنے قلوب فرط غم سے پھٹ چکے ہیں اور کتنے ہیں جو زندگی کی رنگینیوں کو چھوڑ کر دشت و صحرا کے ویرانوں کو اپنی آہ و بکا سے آباد کر چکے ہیں اور کتنے ہیں جنہیں اب اس "عظیم المیہ" سے سبق لینا ہے —— اٹھو دیکھو پورا برصغیر اسلام کا عبرت کدہ بن چکا ہے۔ اور اگر تمہارے مقدر میں رونا ہی رہ گیا ہے تو اٹھو اور اپنے نالہ و شیون سے عالم افلاک میں تہلکہ مچا دو۔ شاید رب السمٰوات والارض کو ہماری پستی اور بے بسی پہ ترس آ جائے۔ مسلمانو! سقوط ڈھاکہ وقتی حادثہ نہیں یہ ہند میں تمہارے اسلاف کی تیرہ سو سالہ عظمتوں اور قربانیوں کا جنازہ ہے۔ اب تمہیں روٹی کپڑا اور مکان کی نہیں کھوئے ہوئے لباس مجد و شرف کی ضرورت ہے۔ اور اگر اس حال پہ خوش ہو تو یاد رکھو کہ خدا کی بستی میں اس لباس سے ننگی قوم کا کوئی ٹھکانہ نہیں اور

یہی ہے زندگی تو زندگی سے موت بہتر کہ انسان عالم انسانیت پہ بار ہو جائے ع

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق
۲۱ر جنوری ۷۲ء